

اسلوب دعوت کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

محمد اکرم درک *

دعوت کے دو بنیادی کردار ہیں، ایک داعی اور دوسرا مدعو۔ تاہم دعوت کی کامیابی کا مکمل انحصار داعی کی ذات پر ہے کیونکہ دعوت کے مضامین خواہ کتنے ہی پرکشش کیوں نہ ہوں۔ اگر داعی کا طریق دعوت ڈھنگ کا نہیں ہے اور وہ مخالف کو حالات کے مطابق مختلف اسالیب اختیار کر کے بات سمجھانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جو بات ایک پہلو سے سمجھ نہیں آتی وہی بات جب دوسرے انداز میں سامنے آتی ہے تو دل میں اتر جاتی ہے۔ مبلغ کی کامیابی صرف اسی بات میں ہے کہ دوست دشمن سبھی پکار اٹھیں کہ تو نے ابلاغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں تصریف آیات اسی چیز کا نام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَكَذَلِكَ نُنْصِرُكَ الْأَيَّاتِ وَلَيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلَيْسَ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (1)“
 ”اور اسی طرح ہم اپنی دلیلیں مختلف اسالیب سے پیش کرتے ہیں، تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور وہ بول اٹھیں کہ تم نے اچھی طرح پڑھ کر سنا دیا۔ تاکہ ہم جاننے والوں کے لئے اچھی طرح واضح کر دیں۔“

قرآن مجید کے اولین مخاطب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے صحابہ کرام کو دعوت کے طریقہ کار اور اسالیب کی تعلیم دی۔ یہ ایک ایسی انفرادیت ہے جو اسلام کے علاوہ کسی بھی الہامی وغیر الہامی مذہب کو حاصل نہیں کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو باقاعدہ دعوت و تبلیغ کے اصول پوری شرح و بسط سے بتائے ہوں۔ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں:

”یہ نکتہ کہ کس طرح لوگوں کو سچائی کے قبول کرنے کی دعوت دینی چاہئے۔ دنیا

میں پہلی دفعہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوا۔ وہ مذہب بھی جو الہامی اور تبلیغی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے صحیفوں نے ان کیلئے تبلیغ کے اہم اصول کی تشریح کی ہے۔ لیکن صحیفہ محمدی ﷺ نے نہایت اختصار لیکن پوری تشریح کے ساتھ اپنے پیروؤں کو یہ بتایا کہ پیغام الہی کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جائے اور ان کو قبول حق کی دعوت کس طرح دی جائے“ (2)

قرآن مجید نے اپنے مخصوص معجزانہ اسلوب کے مطابق دعوت کے اصول ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں:

أَذْعُ النَّي سَبِيلَ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (3)

” (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو“

اس آیت مقدسہ میں دعوت دین کے تین بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ بطریق احسن۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ داعی اسلام کی حیثیت سے کیا جائے تو یہ بات بڑی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے فریضہ کو ادا کرتے وقت ان اصولوں سے سر مو انحراف نہیں کیا۔ اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کے دعوتی کردار میں بھی ان اصولوں کا ہی غلبہ نظر آتا ہے۔ ایک غیر تربیت یافتہ داعی دعوت دین کے لئے کس قدر غیر موزوں ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

”ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ مبلغ اپنی دعوت کے لئے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہو سکتا ہے اگر اس کے پیش کئے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہوں گے، اگر اس کا انداز خطابت درشت اور معاندانہ ہوگا، اگر اس کی تبلیغ اخلاص و للہیت کے نور سے محروم ہوگی تو وہ اپنے سامعین

کو اپنی دعوت سے متنفر کر دے گا۔ کیونکہ اسلام کی نشر و اشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے۔ اس کو قبول کرنے کے لئے نہ کوئی رشوت پیش کی جاتی ہے اور نہ جبر و اکراہ سے کام لیا جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان، ایمان ہی نہیں جس کے پس پردہ کوئی دنیوی لالچ یا خوف و ہراس ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب مکرّم کو دعوتِ اسلامی کے آداب کی تعلیم دی۔“ (4)

گویا دعوت کی کامیابی میں مرکزی کردار داعی کا ہے، داعی جس قدر تربیت یافتہ اور انسانی نفسیات کا عالم ہو گا اسی قدر اس کی دعوت مؤثر ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مؤثر ہونے کی ایک اہم وجہ آپ ﷺ کا ذاتی کردار تھا تو دوسری بنیادی وجہ آپ ﷺ کا اسلوبِ دعوت تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطبین کی ذہنی استعداد، میلانات، رجحانات اور ان کے خاندانی و علاقائی پس منظر کو سامنے رکھ کر دعوت کا کام کیا۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی متعین طریقِ دعوت نہ تھا بلکہ مخاطبینِ دعوت کے تبدیل ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ کا اسلوبِ دعوت بھی تبدیل ہو جاتا تھا۔ ایک جاہل، ان پڑھ اور اجڈ مخاطب کو دعوت کا انداز پڑھے لکھے اور شہر کے رہنے والے فرد سے مختلف ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوتی زندگی کا مطالعہ ہر داعیِ اسلام کے لئے اس حوالے سے دلچسپ بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطب کی صلاحیت کو پیش نظر رکھ کر اس کو دعوت پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ سے ملنے کے بعد لوگ مطمئن ہو کر واپس جاتے تھے۔

دعوتِ دین کا یہ وہ اسلوب ہے جو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست اپنے حبیبِ مکرّم ﷺ کو سکھایا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو دعوتِ دین کے ان ہی مختلف اسالیب کی تعلیم دی اور پھر صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات اور طرزِ عمل کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ ابوداؤد سے روایت ہے:

”عبداللہ بن مسعود لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمن! میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں، تو انہوں نے فرمایا میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت سنانا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو وقفہ کر کے نصیحت سنایا کرتے تھے تاکہ ہم بیزار نہ ہو جائیں۔“

كان عبد الله يذکر الناس فی كل خمیس، فقال له رجل: یا ابا عبد الرحمن! الوددت أنك ذكرتنا كل یوم، قال: اما إنه یمنعنی من ذلك أنى أكره أن أملككم، وانى أتحوّلکم بالموعظة كما كان النبى ﷺ يتحوّلنا بها مخافة السامة علینا (5)

اس روایت سے بہر حال یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ دعوت و تبلیغ میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور طرز عمل کو پیش نظر رکھتے تھے۔ دعوت و تبلیغ میں دعوت کے پیش کرنے کا ڈھنگ اور اسلوب کس قدر اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی کسی داعی کو کسی قوم، قبیلے یا علاقے کی طرف روانہ فرمایا تو وہاں کے لوگوں کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو دعوت کے کسی نہ کسی اسلوب کی بھی تعلیم ارشاد فرمائی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اصول تدریج کی تلقین

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ دعوت و تبلیغ میں تدریج کا لحاظ رکھا اور دوسرے مبلغین اسلام کو بھی اصول تدریج کی تلقین فرمائی۔ حکمت تبلیغ کے ضمن میں داعی کا فرض ہے کہ تدریج کے پہلو کو نظر انداز نہ کرے۔ تدریج کا مطلب یہ ہے کہ داعی یکبارگی شریعت کے تمام احکامات کا بوجھ مخاطب کی

گردن پر نہ لاد دے بلکہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے سارے احکام پیش کرے۔ تدریج کا یہ اصول فرد اور قوم دونوں کے لئے ضروری ہے۔ دین ایک نظام ہے اور اس نظام کو اگر حکیمانہ ترتیب سے پیش نہ کیا جائے تو مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔ اسی حقیقت کی طرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

انما نزل اول ما نزل منه سورة
من المفصل فيها ذكر الجنة
والنار، حتى اذا ثاب الناس الى
الاسلام نزل الحلال
والحرام، ولو نزل اول شيء:
لاتشر بوا الخمر لقالوا: لاندع
الخمر ابدا، ولو نزل
:لاتزنوا، لقالوا: لاندع

”قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی وہ
مفصل کی سورتوں میں سے ایک سورہ ہے، جس میں
جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ
اسلام کے دائرے میں آگئے تب حلال و حرام کے
احکام نازل ہوئے۔ اگر بالکل شروع ہی میں حکم
آجاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز نہ
چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ
کہتے ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے“

الزنا ابدا (6)

اصول تدریج میں داعی احکام کی ترتیب کیا رکھے گا؟ اس کی وضاحت بھی خود زبان رسالت ﷺ نے فرمادی کہ سب سے پہلے توحید و رسالت کی دعوت دی جائے، اس کے بعد عبادات، عبادات میں بھی اہم، پھر اہم کے اصول کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن دعوت و تبلیغ کیلئے بھیجا تو ان الفاظ میں تلقین فرمائی:

”تم عنقریب اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس پہنچو گے۔ جب تو ان کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے انہیں یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس میں تیری اطاعت کر لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات کی پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ تیری یہ بات مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ فرض کیا ہے۔ یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دیا جائے گا اور جب وہ اس کو تسلیم کر لیں تو دیکھو چن چن کر ان کا عمدہ مال نہ لے لینا اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں“

إنك ستأتى قوما من اهل كتاب
فاذا جئتهم فادعهم الى ان
يشهدوا ان لا اله الا الله وان
محمداً رسول الله ﷺ، فان هم
اطاعوا لك بذلك فأخبرهم ان
الله قد فرض عليكم خمس
صلوات فى كل يوم وليلة، فان
هم اطاعوا لك بذلك فأخبرهم
ان الله قد فرض عليكم صدقة
تؤخذ من اغنيائهم، فترد على
فقرائهم، فان اطاعوا لك
بذلك، فإياك وكرائم اموالهم
واتق دعوة المظلوم فانه ليس
بينه وبين الله حجاب“ (7)

رفیق و نرمی کی تلقین

داعی دعوت کا کوئی بھی اسلوب اختیار کرے جب تک وہ مخاطب سے نرمی اور خیر خواہی کے جذبہ سے بات نہیں کرے گا اس کی دعوت موثر نہیں ہوگی۔ سختی اور شدت مخاطب کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ جس سے مخاطب اپنی ضد پراڑ جاتا ہے۔ نتیجتاً دعوت کا سارا فائدہ اور نصیحت کا سارا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنے بدترین مخالفین سے بھی نرم انداز میں گفتگو کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ہارونؑ کو فرعون جیسے باغی کے سامنے پیغامِ ربانی لے کر جانے کا حکم دیا تو یہ ہدایت بھی فرمائی:

اِذْهَبْ اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لِّمَنَّا لَعَلَّهٗ يَنْذَكُرُ
”تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، اس نے سرکشی کی
ہے تو اس سے نرم گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول
کرے یا (اللہ سے) ڈرے۔“

دعوت و تبلیغ میں رفیق و زمی کی اس سے بہتر مثال نہیں ہو سکتی کہ نہ انبیاء سے بہتر کوئی داعی ہو سکتا ہے اور نہ فرعون سے بڑھ کر کوئی سرکش اور باغی ہو سکتا ہے۔ اگر ایسے مجرم کے سامنے وعظ و نصیحت کرتے وقت زمی اختیار کرنے کا حکم ہے تو عام مجرم اور گمراہ لوگوں سے تو کہیں بڑھ کر زمی اختیار کرنی چاہئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مبلغ صحابہ کرام کو ہمیشہ زمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت طفیل بن عمرو نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی ہی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ لوگوں کو مسلسل دعوت دیتے رہے لیکن قوم انکار کرتی رہی۔ بالآخر وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس نے مجھے ہرا دیا۔ میں نے ان کو بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہیں لائے۔ آپ ﷺ ان کے لئے بددعا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے بددعا کرنے کی بجائے قبیلہ دوس کے لئے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِهْدِ دَوْسًا، ارجع الی
قومک فادعهم وارفق بهم (9)
”اے اللہ دوس کو ہدایت عطا فرما (طفیل بن عمرو
سے فرمایا) تم اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ ان کو
دعوت دیتے رہو لیکن ان کے ساتھ زمی اختیار
کرو۔“

چنانچہ ماخذ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کردہ اسلوب کو اختیار کرنے کا
نتیجہ انتہائی شاندار نکلا۔ کثیر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ہ میں جب حضرت طفیل بن عمرو رسول
اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کے لوگ
تھے۔ (10)

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن مرہ جہنی کو اپنے قبیلہ کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا تو
ان کو دعوت و تبلیغ کا یہ اسلوب تعلیم فرمایا:

عليك بالرفق والقول
السديد، ولا تكن فظا ولا
متكبرا ولا حسودا (11)۔
”زمی سے پیش آنا، صحیح اور سچی بات کرنا، سخت
کلامی اور بدخلقی سے پیش نہ آنا، تکبر اور حسد نہ
کرنا۔“

دعوت و تبلیغ میں حسن اخلاق اور نرمی کا اسلوب کس قدر موثر ہے اس کا اندازہ اس واقعہ
سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو دعوت و تبلیغ کے لئے یمن روانہ
فرمایا، حضرت خالد بن ولید نے بعض لوگوں کے ساتھ سختی کی جس کی وجہ سے چھ ماہ مسلسل کوشش کے
باوجود بھی لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو واپس بلا لیا اور حضرت
علیؑ کو بطور مبلغ روانہ فرمایا۔ ابن اثیر کا بیان ہے:

بعث رسول اللہ ﷺ علياً الى
اليمن وقد كان ارسل قبله خالد
بن الوليد اليهم يدعوهم الى
الاسلام فلم يحييوه فارسل
علياً وأمره ان يعقل خالداً ومن
ساء من اصحابه ففعل، وقرأ علي
كتاب رسول الله ﷺ على اهل
اليمن فاسلمت همدان كلها في
يوم واحد (12)
”رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو یمن بھیجا اور
ان سے قبل آپ ﷺ خالد بن ولید کو یمن دعوت
و تبلیغ کے لئے بھیج چکے تھے لیکن ان لوگوں نے اسلام
قبول نہ کیا۔ لہذا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو
روانہ کرتے وقت نصیحت کی کہ وہ خالدؓ اور ان کے
اصحاب کی وجہ سے (اہل یمن کے ساتھ) ہونے
والی بدسلوکی اور نقصان کا تاوان ادا کریں (ان
لوگوں سے نرمی کریں) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی
کیا اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا تو
قبیلہ ہمدان سارے کا سارا ایک ہی دن میں
مسلمان ہو گیا۔“

وہ لوگ جو چھ ماہ سے قبول اسلام سے انکاری تھے جب ان کے ساتھ نرمی کا اسلوب
اختیار کیا گیا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ ان چند روایات سے نرمی کے اسلوب کی اہمیت کا
اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ترغیب و ترہیب کی تلقین

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ بنی حارث بن کعب کے وفد کی واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم الانصاری کو ان کا والی مقرر کیا تاکہ ان سے زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کے ساتھ ساتھ ان کو اسلامی تعلیمات سے بھی روشناس کروائیں۔ آپ ﷺ نے عمرو بن حزم کو بنی حارث کی طرف ایک طویل مکتوب دے کر روانہ فرمایا جس میں ان کو اسلامی احکام کی تبلیغ کا حکم فرمایا اور اس کے ساتھ ان کو دعوت میں ترغیب و ترہیب کا انداز اختیار کرنے کا بھی حکم دیا۔

ویشر الناس بالحنة
وبعملها، وينذر الناس النار
وعملها ويستألف الناس حتى
يفقهوا في الدين (13)

”لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں، دوزخ سے ڈرائیں اور اس کے اعمال سے متنبہ کریں۔ لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئیں تاکہ وہ ارکان دین کو اچھی طرح سمجھ لیں“

حضرت خالد بن ولید، جن کو بنی حارث کی طرف تبلیغی مہم پر بھیجا گیا تھا، جب انہوں نے بذریعہ خط اپنی کامیابی کی اطلاع بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مزید تبلیغ جاری رکھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ تلقین بھی فرمائی:

فبشرهم وانذرهم (14)

”تم ان کو جنت کی خوشخبری دو اور ان کو دوزخ سے ڈراؤ“

موقع و محل کا لحاظ رکھنے کی تلقین

ہر داعی اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کیا دعوت و تبلیغ کے لئے یہ وقت اور موقع مناسب ہے کیونکہ اگر مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو تو جذبے کی سچائی اور اندرونی لگن کے باوجود داعی کی دعوت غیر موثر ہوگی۔ اس وقت مناسب یہ ہوگا کہ داعی بحث کو بڑھانے کی بجائے وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرے۔ جب کسی دوسرے موقع پر مخاطب کا ذہن نکتہ چینی کی طرف مائل نہ ہو تو پھر اس کے سامنے حق کو پیش کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي
 ابْتِغَاءٍ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى
 يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ (15)

”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں
 نکتہ چینی کر رہے ہیں تو ان سے اعراض کرو یہاں
 تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں“

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے موقع بے موقع دعوت و تبلیغ جیسے نازل کام سے منع
 کیا ہے۔ جب مخاطب کسی کاروبار یا ایسی دلچسپی میں منہمک ہو جس کو چھوڑ کر دعوت حق کی طرف
 متوجہ ہونا اس کی طبیعت پر گراں گزرے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مخاطب داعی کی بات کو کبھی بھی
 دل کی گہرائیوں اور حقیقی جذبے سے نہیں سنے گا جو دعوت کی کامیابی کا سب سے لازمی عنصر ہے۔ اس
 لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تلقین فرمائی کہ وہ دعوت و تبلیغ کے جوش میں ہر مجلس میں نہ گھس
 جایا کریں بلکہ پہلے حالات کا جائزہ لیں اگر دعوت کیلئے ماحول سازگار ہو تو دعوت دیں ورنہ مناسب
 وقت کا انتظار کریں۔

آسانی اور سہولت کی تلقین

دین کی جائز آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھنا دین کو درشت اور مشکل نہ بنانا اس کی قبولیت
 کا اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لئے ہمیشہ آسانی اور
 سہولت کے پہلو کو پیش نظر رکھا۔ حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کے متعلق ارشاد فرماتی
 ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کو کبھی دو امور میں اختیار نہیں دیا
 گیا مگر یہ کہ آپ ﷺ نے ان میں سے آسان کو
 اختیار کیا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو اگر گناہ ہو تو اس
 سے تمام انسانوں سے زیادہ دور ہوتے، رسول اللہ
 ﷺ نے اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر
 جبکہ اللہ کی حرمت مجروح ہو تو پھر آپ ﷺ اللہ
 کے لئے انتقام لیتے“

ماخیر رسول اللہ ﷺ بین امرین
 الا أخذ ایسرهما ما لم یکن
 اثماً، فان کان اثماً کان ابعدا
 الناس منه، وما انتقم رسول اللہ
 ﷺ لنفسه الا ان تنتهک حرمة
 اللہ فینتقم للہ بہا (16)

انسان طبعاً سہولت پسند ہے اس لئے داعی کا فرض ہے کہ ۱۰۰۰ عین کو مشکلات کا مجموعہ نہ بنائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو دینی زندگی میں کیلئے آسان بنا کر پیش کرے۔ دینی معاملات میں تشدد پسندی اور سختی سے حتی الوسع پرہیز کرے۔ اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو جو حل سب سے آسان ہو اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

”ایک دیہاتی مسجد میں آیا اس نے دو رکعتیں ادا کیں پھر کہنے لگا: اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر نہ فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے توجہ فرمائی اور فرمایا: تو نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔ پھر اس نے جلدی سے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف (مارنے کی خاطر) دوڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں آسانی کرنے والا بنایا گیا ہے۔ مشکل پسند نہیں۔ اس پر پانی کا ایک ڈول بہا دو“

دخل اعرابی المسجد والنبي ﷺ جالس فصلی، فلما فرغ قال: اللهم ارحمني ومحمدا ولا ترحم معنا أحدا، فالتفت اليه النبي ﷺ فقال: لقد تحجرت واسعا، فلم يلبث ان بال في المسجد فاسرع اليه الناس، فقال النبي ﷺ اهر ليقوا عليه سجلاً من ماء، او دلوا من ماء، ثم قال ﷺ: انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا

معسرین (18)

جہالت یا عدم واقفیت ایک مرض ہے۔ اسے ایک قسم کی معذوری سمجھ کر ازالے کی کوشش کرنا ہی انسانیت کی خدمت ہے۔ لیکن اس سے اظہارِ نفرت و انتقام گویا اس کی اصلاح کے تمام راستے بند کرنے والی بات ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا دین آسان ہے اور اچھی عبادت دینی بصیرت حاصل کرنا ہے“

عن انس قال رسول الله ﷺ: خير دينكم ايسره، وخير العبادة الفقه (19)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن میں دعوتی مہم پر روانہ فرمایا تو ان کو اسی اسلوب دعوت کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی:

”يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا (20)“

”دین کو آسان بنا کر پیش کرنا سخت بنا کر پیش نہ کرنا، لوگوں کو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا“

صحابہ کرامؓ نے اگر کبھی دینی معاملات میں اعتدال سے ہٹ کر تشدد کی راہ اپنائی تو آپ ﷺ نے انتہائی سختی سے منع فرمایا۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل نے ایک مرتبہ انصار کو نماز مغرب پڑھائی اور قرأت کو خوب طول دیا۔ حضرت حازم انصاریؓ نہ ٹھہر سکے اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چل دیئے۔ حضرت معاذ بن جبل ان سے سخت ناراض ہوئے۔ حضرت حازمؓ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاذؓ ہمیں بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں۔ جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”يا معاذ! أفтан أنت؟ أفتان أنت؟“

”اے معاذ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو؟ اے معاذ لوگوں پر تخفیف کرو“

اقراء بكذا، اقرأ بكذا (21)

رسول اللہ ﷺ نے ثقیف پر حضرت عثمانؓ بن ابی العاص کو امیر مقرر کر کے روانہ فرمایا وہ خود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے جو آخری عہد لیا وہ یہ تھا:

”اے عثمان! نماز ہلکی رکھنا اور لوگوں میں ان کے سب سے زیادہ ضعیف آدمی کو معیار بنانا، کیونکہ (نماز پڑھنے والے) لوگوں میں بڑے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی، ضعیف بھی ہوتے ہیں اور صاحب ضرورت بھی“

يا عثمان! تحوز في الصلوة، و اقدر الناس باضعفهم، فان فيهم الكبير، والصغير، والضعيف، وذا الحاجة (22)

شاہانِ تمیر نے قاصد کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف چند صحابہ کو مجامع جمع کرنے اور دعوت و تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا، ان لوگوں میں حضرت معاذ بن جبل بھی تھے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رواگی کے وقت ان سے عہد لیا اور سہولت اور آسانی کا اسلوب اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

يسر ولا تعسر، وبشر ولا تنفر، وانك ستقدم على قوم من اهل الكتاب، يسئلونك مامفتاح الحنة؟ فقل شهادة ان لا اله الا الله وحده لا شريك له (23)

”آسانی پیدا کرنا، دشواری پیدا نہ کرنا، ٹھٹھ رکھنے والی باتیں کرنا، نفرت دلانے والی باتیں نہ کرنا، تم اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے پاس جا رہے ہو، وہ تم سے پوچھیں گے جنت کی کنجی کیا ہے؟ تو تم کہنا: اس بات کی گواہی دینا کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔“

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے:

”ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں تو فلاں شخص کی وجہ سے فجر کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں (باجماعت ادا نہیں کر سکتا)، کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے۔“

راوی کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران کبھی اس قدر غصے میں نہیں دیکھا جتنا اس دن ہوئے۔ پھر فرمایا:

يا ايها الناس! ان منكم منفرين، فايكم، ماصلى بالناس فليوجز، فان فيهم الكبير والضعيف وذا الحاجة (24)

اے لوگو! تم میں کچھ لوگ نفرت پھیلانے والے ہیں، جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر (قرأت وغیرہ) کرے، ان میں بوڑھے، کمزور اور کام والے بھی ہوتے ہیں۔“

مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھنے کی تلقین:

دعوت و تبلیغ میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ داعی مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی دعوت پیش کرے۔ اگر داعی عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو نظر انداز کرتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کر دے یا کسی صاحب علم اور دانشور شخص کو دعوت دیتے وقت گفتگو کا غیر علمی اور غیر عقلی اسلوب اختیار کرے، تو اس صورت میں دعوت کے موثر ہونے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ اس لئے داعی کا فرض ہے کہ وہ مخاطب کی ذہنی استعداد اور نفسی کیفیات کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت کا فریضہ ادا کرے۔ داعی درحقیقت ایک بے مثال استاد اور مربی کی طرح ہے جو سامع کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے اس کے ذہنی پس منظر، اس کی استعداد اور اس کے مزاج کو سامنے رکھ کر بات کرتا ہے۔ وہ ایک بدوی اور شہری، پڑھے لکھے اور ان پڑھ، اور عقل و تجربہ کے مختلف مدارج رکھنے والے انسانوں سے مختلف طریقوں اور اسالیب سے گفتگو کرتا ہے۔ خود داعی اعظم ﷺ نے ہمیشہ مخاطب کے ذہنی معیار کی رعایت فرمائی۔ اسی لئے ہر شخص آپ ﷺ سے مطمئن ہوتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے عمدہ مثالوں اور روزمرہ کے مشاہدات سے اس انداز میں استدلال فرماتے کہ بات سامع کے دل و دماغ میں اترتی چلی جاتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

”ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بیوی نے سیاہ بچے کو جنم دیا ہے اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے رنگ کیا ہیں؟ اس نے کہا: سرخ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ان میں سے کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں سیاہی مائل بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہاں سے آگیا؟ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! شاید ان کی کہیں اصل نسب میں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید یہ بھی کہیں اصل نسب میں ہوگا۔“

چنانچہ وہ بدو بالکل مطمئن ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ وہ لوگوں کی عقل اور ذہنی استعداد کے مطابق دعوت دیں۔ صحابہ کرام کہتے ہیں:

”آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کریں“

عقولہم (26)

مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھنے کی تلقین

داعی کا فرض ہے کہ وہ ممکن حد تک مخاطب کے معاشرتی و سیاسی مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھے۔ کیونکہ ایسے لوگ عزت افزائی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اگر داعی ان کے مقام و مرتبہ کو نظر

ان اعرابیا ائسى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله ﷺ! ان امرأتى ولدت غلاما اسود، وانى انكرته، فقال له النبى ﷺ: هل لك من ابل؟ قال: نعم، قال! ما األوانها؟ قال: حمر، قال: فهل فيها من اوراق؟ قال: نعم، قال: رسول الله ﷺ! فانسى هو؟ قال! العله، يا رسول الله ﷺ! يكون نزع عرق له، فقال له رسول الله ﷺ! و هذا العله ان يكون نزع عرق له (25)

انداز کرے گا تو ممکن ہے کہ شیطان اسے گمراہ کر دے اور اسے حق بات سننے سے روک دے۔ اس لئے داعی حق کو چاہئے کہ وہ ایک خاص حد تک ان کی اس کمزوری کا لحاظ رکھے تاکہ قبول حق میں ان کے اپنے نفس کی مزاحمتوں کے سوا داعی کی طرف سے کوئی جدید مانع پیدا نہ ہو جائے۔

خود رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل تھا کہ آپ ﷺ وفود عرب، جو عام طور پر قبائلی رؤسا اور سرداروں پر مشتمل ہوتے تھے، کی پیشوائی فرماتے، ان کے احترام کے لئے کھڑے ہوتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے، چنانچہ کئی وفود جو محض معاہدہ صلح کے لئے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تھے، آپ ﷺ کے حسن اخلاق اور عزت افزائی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسلام قبول کر لیا (27)۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی بھی اسی منہج پر تربیت فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سے ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق سلوک کریں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

انزلوا الناس منازلہم (28) ”لوگوں سے ان کی قدر و منزلت کے مطابق پیش آؤ۔“

مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھنے اور دعوت کو نرم انداز میں پیش کرنے کا جو حکم ہے اس کا جواز فقط اسی حد تک ہے جہاں تک حق کے وقار کو ٹھیس نہ پہنچے، اگر اس اسلوب کو اختیار کرنے سے دعوت حق کا وقار مجروح ہونے کا اندیشہ ہو تو داعی کو ایسے تمام طریقوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اعجاز و اختصار کی تلقین

داعی کے لئے اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ دعوت کی فضول نگر اور بے فائدہ طول بیان کہیں لوگوں کو دعوت کے مضامین ہی سے متنفر نہ کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کے خطبے نہایت مختصر ہوا کرتے تھے اور بعض روایات میں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے اختصار کو خطیب کی دانش مندی کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

”بعض خطبے جادو ہوتے ہیں“

ان من البيان سحرا (29)

اس حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر داعی کا خطبہ مختصر، جامع اور بلیغ ہوگا تو وہ جادو کی طرح اثر کرے گا۔ جبکہ طویل خطبہ نہ صرف سامع کی طبیعت کو کند کر دے گا بلکہ دعوت کو قبول کرنے کی حس اور صلاحیت کو بھی ختم کر دے گا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے دعوت

تبلیغ میں ہمیشہ اختصار سے کام لیا: آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی بھی اسی نئی پر تربیت فرمائی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں:

أمرنا رسول الله ﷺ أن نختصر في خطبته

فرمایا ہے

الخطبة (30)

حضرت عمار بن یاسرؓ نے ایک دفعہ خطبہ دیا تو آپؐ نے اپنے خطبہ میں اختصار سے کام لیا۔

قبیلہ قریش کے ایک شخص نے کہا اگر آپؐ کچھ مزید فرماتے تو بہتر تھا، آپؐ نے جواب دیا:

ان رسول الله ﷺ ان

ہے

نطيل الخطبة (31)

جبر و اکراہ سے اہتمام کی تلقین

اسلام کو جملہ الہامی و غیر الہامی مذاہب میں اس لحاظ سے انفرادیت حاصل ہے کہ اس نے اپنی ترویج و اشاعت کے باقاعدہ اصول بیان کئے ہیں اور کھل کر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ دین ایسی چیز نہیں جس کو زبردستی کسی پر ٹھونسا جائے کیونکہ دین اسلام کا اولین جزو ایمان ہے اور ایمان نام ہے یقین کا۔ دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی زبردستی پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لئے قرآن کا واضح حکم ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ

”دین میں زبردستی نہیں ہے، تحقیق ہدایت گمراہی

الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (32)

دعوت دین کا یہ وہ اسلوب ہے جس کو نہ صرف رسول اللہ ﷺ نے خود اختیار فرمایا بلکہ

صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین فرمائی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب عمرو بن حزم کو بنو حارث بن کعب کی

طرف دعوت و تبلیغ اور صدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا تو ان کو ایک تحریر لکھ کر دی جس میں یہ

ہدایت واضح طور پر درج تھی:

”..... اور جو یہودی یا نصرانی اپنی طرف سے مخلصانہ اسلام لے آئے اور دین اسلام کو اپنا دین بنا لے وہ مومنوں میں شمار ہوگا، اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مومنوں پر ہوں گے اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا اسے اس یہودیت یا نصرانیت سے پھیرا نہ جائے گا“

..... وأنہ من اسلم من یہودی او نصرانی اسلاما خالصا من نفسه، ودان بدین الاسلام، فانہ من المومنین، لہ مثل مالہم، وعلیہ مثل ما علیہم، ومن کان علی نصرانیتہ، أو یہودیتہ، فانہ لایردعنا (33)

مندرجہ بالا اسطور کے مطالعہ سے دعوت دین میں اسلوب دعوت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف خود مخاطبین دعوت کے اعتبار سے دعوت کے مختلف اسالیب کو اختیار فرمایا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی دعوت دین میں مختلف اسالیب کی تلقین فرما کر اس کی اہمیت کی طرف واضح طور پر اشارہ فرمادیا۔

خلاصہ بحث (دعوت دین میں اسلوب دعوت کا لحاظ)

مخاطبین دعوت دو چیزوں سے فوری طور پر متاثر ہوتے ہیں ایک داعی کا ذاتی کردار اور دوسرا اس کا بات کرنے کا انداز کہ وہ کس انداز میں اپنی دعوت کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس لئے ایک داعی کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو بیان کر دے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ مضامین دعوت کو لوگوں کے سامنے اس طریقے سے پیش کرے اور بات اس پیرائے میں کرے کہ ان پر حق پوری طرح آشکارا ہو جائے اور بات ہر خاص و عام کی سمجھ میں آجائے اور جن لوگوں کے دلوں میں قبول حق کی کچھ بھی صلاحیت اور تڑپ ہے وہ اس کو قبول کر لیں۔ اس مقصد کے حصول کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ دعوت کی زبان انتہائی مؤثر، داعی کا طرز کلام فطری اور اس کا اسلوب بلنشین ہو۔

ایک داعی کا کام یہ نہیں کہ وہ ایک مؤرخ کی طرح واقعات کو بیان کر دے بلکہ اس کا کردار

ایک صحافی، فلسفی اور مقتن سے بالکل مختلف ہے۔ ایک طرف تو اس کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ زندگی کے تمام معاملات اس کے تحت آجاتے ہیں اور دوسری طرف اس کے مخاطبین میں مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے اور ان کی ذہنی استعداد بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اس لئے داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مخاطب کی صلاحیتوں کے اس اختلاف کو پیش نظر رکھ کر بات کرے، اور مخاطبین کے مذاق اور رجحان طبع کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت کے مختلف اسالیب اختیار کرے اور اس کی طرف مختلف سمتوں سے آئے کہ نہ صرف اس پر حق واضح ہو جائے بلکہ اس پر اتمام حجت بھی ہو جائے۔ اگر داعی دعوت کا ایک ہی متعین اسلوب اختیار کرے گا تو اس کی ناکامی نوشتہ دیوار ہے۔ کیونکہ اس کی یہ یک رنگی اس فطرت کے بالکل خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر فرد میں طبیعتوں اور صلاحیتوں کے اختلاف کے ساتھ رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی دعوتی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دعوت دین کا کوئی متعین اسلوب اختیار نہیں کیا بلکہ مخاطب کے حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو مناسب جانا اس اسلوب اور انداز کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اسلوب دعوت کی جو تلقین کی اس میں بھی جو تنوع ہے وہ مخاطبین دعوت کے اعتبار ہی سے ہے۔

داعی کا کام مدعو کے ذہن کو بالکل تبدیل کر کے رکھ دینا ہے۔ اس لئے یہ کام اس قدر آسان نہیں اس کے لئے داعی کا صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم ہونا بھی ضروری ہے، دعوت حق میں حکیمانہ اندازِ مخاطب کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت کے سارے اصول مشتمل اسلام ﷺ کو سکھائے اور آپ ﷺ نے اپنی دعوتی زندگی میں ان اسالیب کو اختیار کر کے ایک مثال قائم کی۔ اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی بھی اسی نیچ پر تربیت فرمائی۔ دعوت کے اصول اور اسلوب کو اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کر دینا، امت محمدیہ ﷺ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں دنیا کا کوئی مذہب، چاہے وہ الہامی ہو یا غیر الہامی، اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قرآن نے خود دعوت کے اصول اور اسلوب کو بیان کیا اور

پیغمبر اسلام ﷺ نے اس پر عمل کر کے ایک عملی مثال قائم فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو بھی ان کی تلقین اور ہدایت فرمائی جیسا کہ گذشتہ سطور میں اس کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

- (1) الانعام، ۶: ۱۰۵
- (2) سیرت النبی ﷺ، ۹۱/۳
- (3) النحل، ۱۶: ۱۲۵
- (4) محمد کرم شاہ، پیر، الازہری، ”ضیاء القرآن“، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲/۶۱۷،
- (5) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل للاهل العلم ایاماً معلومة، ج: ۷۰، ص: ۱۷
- (6) ایضاً، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، ج: ۳۹۹۳، ص: ۸۹۶
- (7) ایضاً، ج: ۱۴۹۶، ۱۳۹۵، ۷۳۷۲، المسند، مسند عبداللہ بن عباس، ج: ۲۰۷۲، ۱/۳۸۶ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰؓ ومعاذؓ الی الیمن، ج: ۳۳۳، ص: ۷۳۶ ایضاً، ج: ۱۳۹۶، ۱۳۹۵، ۱۳۵۸، ۷۳۷۲، المسند، مسند عبداللہ بن عباس، ج: ۲۰۷۲، ۱/۳۸۶
- (8) طہ، ۲۰: ۳۳، ۳۴
- (9) ابن ہشام، ”السیرة النبویة“، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو الدوسی، ۱/۳۲۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء ابن اشیر، ابوالحسن علی بن ابی الکریم، ”اسد الغابہ“، تذکرہ طفیلؓ بن عمرو، ۳/۵۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ابن ہشام، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو الدوسی، ۱/۳۲۳
- (10) اسد الغابہ، تذکرہ طفیلؓ بن عمرو، ۳/۵۵
- (11) ابن شیبہ، ابوالفداء اسماعیل ابن عمر، ”البدایہ والنہایہ“، ۲/۳۵۱، المكتبة القدوسیہ، لاہور، ۱۹۸۳ء
- (12) ابن اشیر، ابوالحسن علی بن ابی الکریم، ”الکامل فی التاريخ“، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۹۶۷، ۲/۲۰۵
- (13) ابن ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب، ۳/۲۵۰ تاریخ الامم والملوک، ۳/۱۵۷ (واقعات ۱۰ھ)

- (14) ابن ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب، ۴/۲۳۹ (15) الانعام، ۶: ۶۸
- (15) الانعام، ۶: ۶۸
- (16) الموطأ، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق، ح: ۶۹۰، ص: ۵۵۵، صحیح مسلم، ح: ۶۰۳۵ صحیح البخاری، ح: ۶۱۲۶
- (17) ابن الاثیر نے ان اعرابی صحابی کا نام ذوالخویصرہ یمانی ذکر کیا ہے۔
(i) اسد الغابہ، تذکرہ ذوالخویصرہ الیمانی ۲/۱۳۰
- (18) جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی البول یصیب الارض، ح: ۱۳۷، ج: ۷، ص: ۱۳۱
- سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الارض یصیب البول، ح: ۳۸۰، ص: ۶۶ صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب یصیب الماء علی البول فی المسجد، ح: ۲۲۰، ص: ۴۱ ایضاً، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسر واولا تعسروا، ح: ۶۱۲۸، ص: ۱۰۶۸
- صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول وغیرہ..... ح: ۶۶۱، ص: ۱۳۳ سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ترک التوقیت فی الماء، ح: ۵۶، ص: ۷
- (19) ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ، ”جامع بیان العلم وفضلہ“، باب تفضیل العلم علی العبادة، ۱/۲۱، ادارۃ الطباعة المنیریة، مصر، ابن ہشام، امر ودفن ثقیف و اسلام ۳/۱۹۵
- (20) ابن ہشام، وصیۃ الرسول معاذ احین یعود الی الیمین ۳/۲۳۶
- (21) صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب هل یلحق القاضی اور یلحق وهو غضبان؟ ح: ۷۱۵۹، ص: ۱۲۳۲
- ایضاً، کتاب الاذان، باب تخفیف الامام فی القیام، ح: ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۱۱۰، ص: ۶۱۱۰، ۹۰، ۷۰۳
- (22) اسد الغابہ، تذکرہ عثمان بن ابی العاص ۳/۳۷۲
- ابن ہشام، امر ودفن ثقیف و اسلامھا، ۴/۱۹۵، تذکرہ عثمان بن ابی العاص، ۳/۳۷۲

- (23) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب فی الامر بالتیسیر ص: ۷۶۹
 صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا، ص: ۱۰۶۸
 سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب تخفیف الصلوٰۃ، ص: ۱۲۳
 اسد الغابہ، تذکرہ حازم انصاری، ۱/۳۶۰
- (24) ابن ہشام، وصیۃ الرسول ﷺ معاذ حنین بعث الی الیمن، ۲۳۶/۴
 صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب هل یقضى القاضی، او یفتی وهو غضبان؟، ح: ۱۵۹، ص: ۱۲۳۲
- (25) ایضاً، کتاب الاذان، باب تخفیف الامام فی القيام، ح: ۷۰۲، ۷۰۴، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۰، ۷۱۱
 صحیح مسلم، کتاب اللعان، ح: ۲۶۸، ص: ۶۵۲
 صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بتمی الولد، ح: ۵۳۰۵، ص: ۹۳۸
 ایضاً، کتاب الحدود، باب ماجاء فی التعریض، ح: ۶۸۴، ص: ۱۱۸۰
 ایضاً، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب من شبه أصلاً معلوماً..... ح: ۳۱۴، ص: ۱۱۵۹
- منتخب کنز العمال، کتاب الاخلاق، باب فی الاخلاق محمودۃ، ح: ۸۵۰۳، ۸۵۰۴، ۸۵۰۵
- (26) سنن ابی داؤد، کتاب الآداب، باب ماجاء فی الشعر، ح: ۵۰۱۱، ص: ۷۰۵
- (27) وفد الشجع معاہدہ صلح وامن کے لئے آیاتھا لیکن آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ (1)
- (28) ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد، "الطبقات الکبریٰ"، وفد الشجع، ۱/۳۰۶، دار صادر بیروت، ۱۹۸۵ء
- (29) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اقصار الخطب، ح: ۱۱۰۶، ص: ۱۶۶
- (30) احمد بن حنبل، مسند الامام، حدیث عمار بن یاسر، (۱۸۴۱۰) ۵/۴۱۹
- (31) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اقصار الخطب ح: ۱۱۰۲، ص: ۱۶۶
- (32) البقرۃ: ۲، ۲۵۶
- (33) ابن ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب، ۴/۲۵۱